از عدالتِ عظمیٰ

تاریخ فیصلہ: 9 اگست 1965

پیاچیبر عرف پریما بھائی چھبا بھائی تنگال

بنام

یونین آف انڈیا و دیگراں

[پی بی گجیندر گڈکر، چیف جسٹس، کے این وانچو، ایم ہدایت اللہ، جے سی شاہ اور ایس

ایم سیکری، جسٹسز]

گوا، دمن اور دیو (ایڈمنسٹریشن) آرڈیننس (2، سال 1961). دفعہ 7(1)؛ گوا، دمن اور دیو (ایڈمنسٹریشن) ایکٹ (1، سال 1962)، ذیلی دفعہ 5 اور 9(1) اور گوا، دمن اور دیو (قوانین) ریگولیشن (12، سال 1962)، دفعہ 4(2)- گنجائش- فتح سے پہلے دیئے گئے امپورٹ لائسنس کا دائرہ کار- حق اگر نافذ کیا جا سکتا ہے۔

درخواست گزار بھارت کے سابق پرتگالی علاقے دمن کے رہنے والے تھے اور 20 دسمبر 1961 کو حکومت ہند کی جانب سے فتح کے ذریعے اس علاقے کے حصول کے بعد ہندوستان کے شہری بن گئے تھے۔ انہوں نے 9 اکتوبر سے 4 دسمبر 1961 کے درمیان مختلف اشیاء کی درآمد کے لئے لائسنس حاصل کیے تھے۔ وہ 180 دنوں کی مدت کے لئے درست تھے اور مزید مدت کے لئے تجدید کی جا سکتی ہے. 30 دسمبر، 1961 کو فتح شدہ علاقے کے فوجی گورنر نے تجارت کے انتظامات کے حوالے سے ایک اعلامیہ جاری کیا، جس میں صرف مخصوص قسم کی درآمدات کو تسلیم کیا گیا۔ درخواست گزار کے لائسنس کے تحت درآمدات ان میں شامل نہیں تھیں، لہذا انہوں نے لائسنسوں کے تحت آنے والی مدت میں توسیع حاصل کرنے کی کوشش کی۔ ایسا کرنے میں ناکام ہونے پر انہوں نے آئین کے آرٹیکل 32 کے تحت ایک عرضی دائر کی

، جس میں دیگر باتوں کے ساتھ ساتھ دلیل دی گئی کہ : (1) گوا ، دمن اور دیو (ایڈمنسٹریشن) آرڈیننس ، 1961 کے تحت 5 مارچ 1962 کو نافذ کیا گیا تھا اور گوا، دمن اور دیو (ایڈمنسٹریشن) ایکٹ، 1962، جس نے آرڈیننس کی جگہ لے لی تھی، ان علاقوں میں پچھلے قوانین کو 5 مارچ 1962 سے جاری رکھا جانا تھا اور اس لئے یہ حکومت ہند کی طرف سے تمام حقوق کو تسلیم کرنے کے مترادف ہے۔ لائسنس کے تحت درخواست گزار کے حق سمیت پچھلے قوانین سے بہہ رہا ہے۔ (ii) گوا، دمن اور دیو (قوانین) ریگولیشن، 1962 کی دفعہ 4(2)، جو 22 نومبر ، 1962 کو نافذ ہوئی تھی، منسوخ شدہ قانون کے تحت جمع کردہ، پیدا شدہ کردہ یا حاصل کردہ کسی بھی حق ، استحقاق ، فرض یا ذمہ داری کو محفوظ رکھتی ہے ، اور اس طرح سابقہ قوانین کے تحت جاری کردہ لائسنسوں کے تحت درخواست گزار کے حق کو برقرار رکھا گیا ہے/ محفوظ کیا گیا تھا اور (iii) درخواست گزار کے ساتھ آئین کے آرٹیکل 14 کی خلاف ورزی کرتے ہوئے امتیازی سلوک کیا گیا۔

حکم ہوا کہ :-درخواست گزار محض اس حقیقت پر بھروسہ نہیں کر سکتا تھا کہ پرانے قوانین کو جاری رکھا گیا تھا، کیونکہ حکومت ہند کی جانب سے اس کے پاس جو لائسنس تھے، اس کے تحت درخواست گزار کے حق کو کبھی تسلیم نہیں کیا گیا تھا، جو ایک نیا خود مختار تھا۔ لہٰذا درخواست گزار کو یہ حق حاصل نہیں تھا کہ وہ عدالت سے درخواست کرے کہ وہ مدعا علیہ کو لائسنس کا احترام کرنے پر مجبور کرے۔ [365 H; 366 A-B]

فتح کے ذریعہ علاقے کے حصول کی صورت میں ، علاقے کے باشندے اپنے ساتھ وہ حقوق نہیں لے جاتے تھے جو انہیں سابقہ حاکم کے تابع کے طور پر حاصل تھے ، اور یہ کہ نئے خود مختار کی رعایا کے طور پر ان کے پاس صرف وہی حقوق تھے جو نئے حاکم کی طرف سے دیئے گئے یا تسلیم کیے گئے تھے۔ ملٹری گورنر کے اعلان کے سامنے محض اس حقیقت سے یہ اندازہ لگانا ناممکن ہوگا کہ پرانے قوانین کو جاری رکھا گیا تھا کہ نئے

حاکم کی طرف سے اس سے پیدا ہونے والی دیگر ذمہ داریوں کو تسلیم کیا گیا تھا۔[360 D; 364 B-C]

اس کے علاوہ، پرانے قوانین 20 دسمبر 1961 سے 5 مارچ 1962 تک نافذ نہیں تھے۔ آرڈیننس کی دفعہ 7(1) اور ایکٹ کی دفعہ 8(1) سے پتہ چلتا ہے کہ رعایا اور نئے حاکم کے درمیان، پرانے قوانین اس دائرہ کار میں برقرار نہیں رہے اور اسی وجہ سے یہ اہتمام کیا گیا تھا کہ مختلف حکام کی طرف سے کی گئی چیزوں اور کارروائیوں کی توثیق کی گئی تھی۔ لہٰذا 30 دسمبر کا اعلان جس میں دکھایا گیا تھا کہ کس قسم کے امپورٹ لائسنس کو تسلیم کیا جائے گا، قانون کے مطابق تھا، جس کا مطلب ہے کہ درخواست گزار کی درآمدات کو تسلیم نہیں کیا گیا۔[364 H; 365 A,B]

ریاست راجستھان بمقابلہ شیام لال، [1964] 7 S.S.R، 174، نے وضاحت کی۔

(ii) چونکہ درخواست گزار کے لائسنس سابقہ پرتگالی علاقوں کے حصول سے بھی پہلے کے تھے، لہذا ریگولیشن کی دفعہ 4(2) اس کی مدد نہیں کرے گی۔ اگر 5 مارچ 1962 کو یا اس کے بعد ان کے لائسنس جاری کیے جاتے تو یہ دفعہ ان کی مدد کرتا، کیونکہ ریگولیشن ان قوانین کو منسوخ کرتا ہے جو صرف اس تاریخ سے نافذ العمل تھے اور یہ دفعہ ان کے تحت حاصل کردہ حقوق کو بچاتا ہے۔[366 B-C]

(iii) درخواست گزار یہ ثابت کرنے میں ناکام رہا کہ کوئی امتیازی سلوک کیا گیا تھا۔ [366 D]

اصل دائرہ اختیار: رٹ پٹیشن نمبر 120، سال 1965۔

بنیادی حقوق کے نفاذ کے لئے آئین ہند کے آرٹیکل 32 کے تحت درخواست۔

درخواست گزار کی طرف سے آر ایم شیشداری، سادھو سنگھ، بی آر اگروال اور ایچ کے پوری شامل ہیں۔

جواب دہندگان کی جانب سے سالیسٹر جنرل ایس وی گپتے، آر ایچ ڈھیبر اور آر این سچتھی شامل ہیں۔

عدالت کا فیصلہ وانچو جسٹس نے سنایا

وانچو جسٹس-آئین کے آرٹیکل 32 کے تحت یہ رٹ پٹیشن ایک سابق پرتگالی شہری کی ہے، جو 20 دسمبر 1961 کو حکومت ہند کی جانب سے ہندوستان میں پرتگالی علاقوں کے حصول کے بعد ہندوستان کا شہری بن گیا تھا. ذکر کیا جاسکتا ہے کہ پرتگالی علاقوں کو ہندوستان نے فوجی کارروائی کے بعد حاصل کیا تھا۔ درخواست گزار دمن کا رہائشی تھا اور اس نے 9 اکتوبر سے 4 دسمبر 1961 کے درمیان مختلف اشیاء کی درآمد کے لئے 23 لائسنس حاصل کیے تھے۔ لائسنس جاری ہونے کی تاریخ سے 180 دن کی مدت کے لئے درست تھے اور مزید مدت کے لئے تجدید کی جاسکتی ہے۔ درخواست گزار کا مقدمہ یہ ہے کہ انہوں نے 20 دسمبر 1961 سے قبل اپنے غیر ملکی سپلائرز کو مذکورہ لائسنسز کے تحت شامل سامان کے حوالے سے مکمل یا جزوی طور پر آرڈر دیے تھے اور مذکورہ غیر ملکی سپلائرز کو سامان کی قیمت کے مکمل یا جزوی طور پر ایڈوانس ادائیگی کی تھی۔ درخواست گزار کی جانب سے ادا کی جانے والی مجموعی رقم 3 لاکھ 88 ہزار پاؤنڈ سے زائد تھی جبکہ اسے بقیہ رقم کے طور پر مزید 7 لاکھ 62 ہزار پاؤنڈ ادا کرنا تھے۔ ان لائسنسوں کے تحت شامل سامان کو سال 1962 کی پہلی سہ ماہی میں بھیجنا پڑا۔ درخواست گزار کا کیس مزید یہ ہے کہ چونکہ سامان 180 دن کی مدت کے اندر نہیں پہنچا تھا لہذا اس نے لائسنس کی توسیع کے لئے مختلف تاریخوں پر درخواست دی تھی۔ لیکن اس سے انکار کر دیا گیا۔ اس کے بعد درخواست گزار نے غیر ملکی سپلائرز کو آرڈر منسوخ کرنے اور انہیں ادا کی گئی رقم واپس بھیجنے کے لئے قائل کرنے کی کوشش کی، لیکن انہوں نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا۔ نتیجتاً، انہوں نے حکومت ہند کو درخواست دی کہ انہیں مذکورہ لائسنسوں کے خلاف سامان درآمد کرنے کی اجازت دی جاسکتی ہے، لیکن اس سے بھی انکار کر دیا گیا۔ لہذا انہوں نے مئی 1963 میں موجودہ درخواست دائر کی، اور دلیل دی کہ مذکورہ لائسنسوں کی بنیاد پر سامان درآمد کرنے کی اجازت دینے سے انکار آئین کے آرٹیکل 19 (1)(f) اور (g) کے تحت فراہم کردہ ان کے بنیادی حق کی خلاف ورزی ہے۔ ان کا یہ بھی کہنا ہے کہ حکومت ہند

نے دوسرے تاجروں کو سامان درآمد کرنے کی اجازت دی تھی جو اسی طرح کے تھے اور یہ ان کے ساتھ امتیازی سلوک کے مترادف ہے جو آئین کے آرٹیکل 14 کی خلاف ورزی ہے۔ان کا مزید کہنا ہے کہ حکومت ہند انہیں یہ اجازت دینے کی پابند ہے کیونکہ حکومت ہند نے 20 دسمبر 1961 سے پہلے انہیں دیے گئے لائسنس کے تحت درآمد کرنے کے ان کے حق کو تسلیم کیا تھا،اس سلسلے میں ریاست راجستھان بمقابلہ شیام لال (1) میں اس عدالت کے فیصلے پر انحصار کیا گیا ہے۔

حکومت ہند کی جانب سے اس عرضی کی مخالفت کی گئی ہے۔درخواست میں کہا گیا ہے کہ ایمرجنسی کے پیش نظر آرٹیکل 19 کو آئین کے آرٹیکل 358 کی دفعات کی بنیاد پر معطل کیا گیا ہے اور اس لیے درخواست گزار اس آرٹیکل پر بھروسہ نہیں کر سکتا۔ دوسری بات یہ ہے کہ درخواست گزار اپنے خلاف امتیازی سلوک کا مقدمہ بنانے میں کسی قابل اعتماد ثبوت کے ساتھ ناکام رہا ہے اور یہ کہ دیگر افراد کو درآمدات کی اجازت دی گئی تھی جو درخواست گزار کی طرح نہیں تھے۔ یہ بھی زور دیا گیا ہے کہ لائسنس صرف دمن کے گورنر ہی متعلقہ وقت پر دے سکتے ہیں اور درخواست گزار یہ ثابت کرنے میں ناکام رہا ہے کہ اس کے لائسنس دراصل دمن کے گورنر نے جاری کیے تھے ،اور اس وجہ سے لائسنس درست نہیں ہیں۔ یہ بھی زور دیا گیا ہے کہ اگر لائسنس کو درست بھی قرار دیا گیا تھا تو وہ 180 دن کی مدت کے لئے تھے۔چونکہ درآمدات اس مدت کے اندر نہیں ہوئی تھیں ، لہذا درخواست گزار مدت ختم ہونے کے بعد کوئی درآمد کرنے کا حق دار نہیں ہے۔ حکومت ہند لائسنسوں میں توسیع کی پابند نہیں تھی، اور چونکہ لائسنسوں میں توسیع نہیں کی گئی تھی، لہذا درخواست گزار کو اس عدالت کی طرف سے کسی رٹ کے اجراء کا کوئی حق نہیں ہے جس میں حکومت ہند کو لائسنسوں میں توسیع کرنے اور درخواست گزار کو ان کے مطابق درآمد کرنے کی اجازت دینے پر مجبور کیا گیا ہے۔آخر میں،اس بات پر زور دیا جاتا ہے کہ ہندوستان میں پرتگالی علاقوں کو فتح کے ذریعہ حاصل کیا گیا تھا۔اس طرح نیا خود مختار اپنے اور سابقہ پرتگالی علاقوں کی رعایا کے درمیان سابق پرتگالی حکومت کے وعدوں کی پاسداری کرنے کا پابند نہیں تھا،

اور یہ کہ یہ نئے خود مختار کے لئے کھلا تھا کہ وہ سابق پرتگالی حکومت کے وعدوں کو تسلیم کرے یا ایسا نہ کرے۔ موجودہ معاملے میں نئی خود مختار حکومت یعنی حکومت ہند نے سابق پرتگالی حکومت کی جانب سے درخواست گزار کو لائسنس جاری کرنے کے ذریعے کیے گئے وعدوں کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تھا اور اس لیے درخواست گزار اس عدالت سے کسی قسم کی راحت کا حقدار نہیں ہے۔

درخواست گزار کی جانب سے آرٹیکل 14 کے تحت اٹھائے گئے دلائل کے علاوہ تمام دلائل پر غور کرنا غیر ضروری ہے کیونکہ ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ حکومت ہند کی طرف سے درخواست کردہ آخری نکتے کے پیش نظر درخواست گزار کسی راحت کا حقدار نہیں ہے۔ ہم موجودہ درخواست کے مقاصد کے لئے یہ فرض کریں گے کہ درخواست گزار کے پاس 20 دسمبر 1961 سے پہلے پرتگال کی سابق حکومت سے دس لاکھ پاؤنڈ سے زائد مالیت کی اشیاء کی درآمد کے لئے جائز لائسنس تھے۔ تاہم، فتح کے ذریعہ علاقوں کے حصول کے معاملات میں، جیسا کہ موجودہ معاملے میں ہے، قانون کی حیثیت غیر متنازع ہے۔ ایسی صورت میں ان علاقوں کے باشندے اپنے ساتھ وہ حقوق نہیں رکھتے تھے جو انہیں سابقہ خود مختار کی رعایا کے طور پر حاصل تھے، اور یہ کہ نئے خود مختار کی رعایا کی حیثیت سے ان کے پاس صرف وہی حقوق تھے جو اس کی طرف سے دیئے گئے ہیں یا تسلیم کیے گئے ہیں، جہاں تک رعایا اور خود مختار کے مابین تعلقات کا تعلق ہے۔ موجودہ صورت حال میں ہمیں سابقہ حاکم کے موضوع اور موضوع کے درمیان تعلقات اور جب نیا حاکم اقتدار سنبھالتا ہے تو ان کے حقوق کے بارے میں کوئی تشویش نہیں ہے۔ ہمیں صرف نئے خود مختار کے اقتدار سنبھالنے کے بعد سابقہ خود مختار اور نئے خود مختار کے درمیان تعلقات کی فکر ہے اور ہم یہاں جو کچھ کہتے ہیں وہ صرف اسی پوزیشن تک محدود ہونا چاہئے۔

ڈالمیا دادری سیمنٹ کمپنی لمیٹڈ بمقابلہ انکم ٹیکس کمشنر (1) کے معاملے میں اس عدالت نے قانون کا یہ غیر متنازعہ موقف طے کیا تھا۔ ریاست گجرات بمقابلہ وورا فدالی بدرالدین مٹھی باروالا (2) میں اس عدالت نے اس موقف کا اعادہ کیا، جہاں یہ کہا گیا تھا

کہ ایک ریاست کی طرف سے دوسری ریاست کو علاقے کی منتقلی ریاست کا عمل ہے اور سابقہ ریاست کی رعایا صرف ان حقوق کو نافذ کر سکتی ہے جنہیں نئی خود مختار تسلیم کرتی ہے۔ شیام لال کے معاملے (3) میں بھی اسی موقف کی توثیق کی گئی جہاں یہ کہا گیا تھا کہ نئے خود مختار اور سابقہ خود مختار کی رعایا کے درمیان، جو علاقے کے حصول کے ذریعہ نئے خود مختار کی رعایا بن جاتے ہیں، نئے خود مختار کے خلاف ایسی رعایا کے حقوق نئے خود مختار کی طرف سے ذمہ داری کو تسلیم کرنے پر منحصر ہیں۔ کیا نئے حاکم نے نئی رعایا کے حقوق کو اپنے خلاف تسلیم کیا ہے اور اس کے تحت پیدا ہونے والی ذمہ داریوں کو سنبھالا ہے، یہ حقیقت کا سوال ہے جو متعلقہ علاقے کے حصول کے بعد نئے حاکم کے اقدامات پر منحصر ہے۔ قانون کے اس طے شدہ موقف کی بنیاد پر ہمیں اس بات پر غور کرنا ہو گا کہ کیا نئی خود مختار حکومت نے ان حقوق کو تسلیم کیا ہے جن کے بارے میں ہم 20 دسمبر 1961 کے بعد موجودہ پٹیشن میں فکر مند ہیں، جب ہندوستان میں سابق پرتگالی علاقوں کو حاصل کیا گیا تھا۔ اگر ایسا ہوتا ہے تو درخواست گزار اس عدالت سے ریلیف کا حقدار ہو گا۔ لیکن اگر ایسا نہیں ہوتا ہے، تو درخواست کو اس بنیاد پر ناکام ہونا چاہئے کہ نئے خود مختار نے کبھی بھی زیر بحث لائسنسوں سے پیدا ہونے والے حقوق کو تسلیم نہیں کیا۔

لہٰذا ہم 20 دسمبر 1961 کے بعد پیش آنے والے واقعات کا جائزہ لیتے ہیں تاکہ یہ فیصلہ کیا جا سکے کہ آیا نئی خود مختار حکومت (یعنی حکومت ہند) نے کبھی اس قسم کے حقوق کو تسلیم کیا ہے جن کا دعویٰ درخواست گزار سابق پرتگالی حکومت کے لائسنسوں کی بنیاد پر کرتا ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ نئے علاقوں کے حصول کے بعد، ان کا انتظام ایک فوجی گورنر کو سونپا گیا تھا۔ 30 دسمبر، 1961 کو، فوجی گورنر نے نئے علاقوں میں تجارت کے لئے کیے گئے انتظامات کے حوالے سے ایک اعلامیہ جاری کیا۔ اس اعلان کے ذریعہ، گوا میں ہندوستانی فوجیوں کے داخلے سے فوراً پہلے قانون کے مطابق ضروری رسمی کارروائیوں کو پورا کرنے پر سمندر کے راستے برآمدات کی اجازت دی گئی تھی۔ سمندر میں پہلے سے موجود اشیاء کی مزید درآمدات اور جن کے سلسلے میں غیر ملکی

زرمبادلہ کے اجزاء پہلے ہی ادا کیے جا چکے تھے، انہی شرائط پر اجازت دی گئی تھی۔ فوجی گورنر کا یہ اعلان واضح طور پر ظاہر کرتا ہے کہ سامان کی درآمد کی اجازت کس حد تک دی گئی تھی یعنی جہاں سامان پہلے سے ہی سمندر میں تھا اور اس کی پوری ادائیگی کی گئی تھی۔ یہ درخواست گزار کا معاملہ نہیں ہے کہ اس کے لائسنس اس اعلان کے ذریعہ سامان کی درآمد کو دی گئی تسلیم شدہ اجازت کے تحت آتے ہیں۔ اس کے علاوہ ہمیں یہ بات واضح نظر آتی ہے کہ اس اعلان کے تحت اجازت شدہ قسم کے علاوہ ہر دوسری قسم کی درآمد کو تسلیم نہیں کیا گیا تھا۔ لہٰذا جب ہم اس اعلامیے کو پڑھتے ہیں تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ نئی خود مختار حکومت نے درخواست گزار کو دیے گئے لائسنسوں کی بنیاد پر درآمدات کو تسلیم نہیں کیا، جب تک کہ دو شرائط پوری نہ کی جائیں، یعنی (1) لائسنس کے تحت سامان پہلے ہی سمندر میں تھا، اور (2) ان کے حوالے سے غیر ملکی زرمبادلہ پہلے ہی ادا کیا جا چکا تھا۔ اگر ان دونوں شرائط کو پورا کیا گیا تو درآمدات کی اجازت دی گئی لیکن دوسری صورت میں نہیں۔ چونکہ یہ درخواست گزار کا کیس نہیں ہے کہ ان لائسنسوں کے سلسلے میں یہ دونوں شرائط پوری کی گئیں، لہذا یہ مانا جانا چاہئے کہ جن درآمدات کی وہ اب اجازت دینے کا دعویٰ کرتے ہیں انہیں تسلیم نہیں کیا گیا تھا۔ 30 دسمبر 1961 کے اعلان کے علاوہ چیف سول ایڈمنسٹریٹر نے گوا چیمبر آف کامرس کے صدر کو سامان کی درآمد کے سلسلے میں ایک خط لکھا تھا اور چیف سول ایڈمنسٹریٹر نے ہر ایک معاملے پر قابلیت کی بنیاد پر غور کرنے پر اتفاق کیا تھا اور اشارہ دیا تھا کہ 18 دسمبر 1961 سے پہلے پختہ عزم کے ساتھ ان کے پاس درخواستیں دی جانی چاہئیں۔ اس سے ایک بار پھر یہ ظاہر ہوتا ہے کہ نیا خود مختار تمام درآمدی لائسنسوں کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں تھا بلکہ ان کی صرف مخصوص اقسام کو تسلیم کرنے کے لئے تیار تھا، اور یہ درخواست گزار کا معاملہ نہیں ہے کہ اسے 11 جنوری 1962 کے اس خط کے تحت بھی شامل کیا گیا تھا، یہ بھی شامل کیا جا سکتا ہے کہ یہ خط واقعی 30 دسمبر 1961 کے اعلامیہ کی وضاحت کرتا ہے،

حالانکہ، درخواست گزار گوا، دمن اور دیو (ایڈمنسٹریشن) آرڈیننس نمبر 2، سال 1961 (جسے بعد میں آرڈیننس کہا جاتا ہے) پر بھروسہ کرتا ہے، اس دلیل کی حمایت میں کہ حکومت ہند نے ان لائسنسوں کے تحت ان کے حقوق کو تسلیم کیا ہے۔ آرڈیننس کی دفعہ 4 کے تحت گوا، دمن اور دیو یا اس کے کسی بھی حصے میں 20 دسمبر 1961 سے پہلے نافذ تمام قوانین اس وقت تک نافذ العمل رہیں گے جب تک کہ مجاز مقننہ یا دیگر مجاز اتھارٹی اس میں ترمیم یا منسوخ نہیں کر دیتی۔ یہ آرڈیننس 5 مارچ 1962 کو جاری کیا گیا تھا اور فوری طور پر نافذ العمل ہو گیا تھا۔ اس کی جگہ گوا، دمن اور دیو (ایڈمنسٹریشن) ایکٹ، نمبر 1، سال 1962 (جسے بعد میں ایکٹ کہا جاتا ہے) نے لے لی، جسے 27 مارچ، 1962 کو نافذ کیا گیا تھا اور اسے 5 مارچ، 1962 یعنی آرڈیننس کی تاریخ سے نافذ ہونا تھا۔ قانون کی دفعہ 5 کے تحت گوا، دمن اور دیو میں 20 دسمبر 1961 سے پہلے نافذ تمام قوانین اس وقت تک نافذ العمل رہیں گے جب تک کہ مجاز اتھارٹی اس میں ترمیم یا منسوخی نہیں کر دیتی۔ درخواست گزار کی طرف سے دلیل یہ ہے کہ آرڈیننس اور ایکٹ کے تحت پچھلے قوانین کو جاری رکھنا تھا اور اس لئے یہ حکومت ہند کی طرف سے پچھلے قوانین سے حاصل ہونے والے تمام حقوق کو تسلیم کرنے کے مترادف ہے اور اس سلسلے میں شیام لال کے معاملے میں اس عدالت کے فیصلے پر انحصار کیا گیا ہے۔ گوا، دمن اور دیو (قوانین) ریگولیشن (نمبر 12، سال 1962) پر مزید انحصار کیا گیا ہے، جو اس ریگولیشن کے 22 نومبر 1962 کو نافذ کیا گیا تھا، کچھ ہندوستانی قوانین نئے علاقوں میں نافذ کیے گئے تھے، جن میں امپورٹس اینڈ ایکسپورٹ (کنٹرول) ایکٹ، نمبر 18، سال 1947 بھی شامل ہے۔ اور اس ریگولیشن کے ذریعہ نافذ کردہ نئے قانون سے مطابقت رکھنے والے کسی بھی قانون کو منسوخ کر دیا گیا تھا۔ لہذا برآمد اور درآمد سے متعلق سابقہ قوانین جو آرڈیننس اور ایکٹ کے ذریعہ جاری رکھے گئے تھے، اس ریگولیشن کے ذریعہ منسوخ کر دیئے گئے، جس نے ہندوستانی درآمدات اور برآمدات (کنٹرول) ایکٹ کو نئے علاقوں میں نافذ کر دیا۔ ریگولیشن کی دفعہ 4(2) پر خصوصی انحصار کیا گیا ہے، جس میں کہا گیا ہے کہ ذیلی دفعہ (1) میں کوئی

بھی چیز، جس میں منسوخی کا اہتمام کیا گیا ہے، کسی بھی قانون کے پچھلے نفاذ کو متاثر نہیں کرے گا یا اس کے تحت مناسب طور پر کیا گیا یا نقصان پہنچا ہے، یا کسی بھی قانون کے تحت حاصل کردہ، استحقاق، ذمہ داری یا ذمہ داری کو متاثر نہیں کرے گا۔ دلیل یہ ہے کہ ریگولیشن کی دفعہ 4 کی ذیلی دفعہ (2) نے منسوخ شدہ قانون کے تحت جمع کردہ، پیدا شدہ کردہ یا حاصل کردہ کسی بھی حق، استحقاق، فرض یا ذمہ داری کو محفوظ رکھا اور اس طرح درخواست گزار کے حق میں لائسنس کے تحت حاصل کردہ حق کو محفوظ رکھا گیا جو منسوخ شدہ قانون کے تحت جاری کیا گیا تھا۔ اور یہ مذکورہ لائسنس کے تحت درخواست گزار کے حق کو تسلیم کرنے کے مترادف تھا اور اس لئے حکومت ہند اس حق کو تسلیم کرنے کے بعد اس کا احترام کرنے کی پابند تھی۔

ہماری رائے ہے کہ اس بحث میں کوئی طاقت نہیں ہے۔ درخواست گزار کی طرف سے بنیادی دلیل شیام لال کے معاملے ([1]) میں اس عدالت کے فیصلے پر مبنی ہے۔ اس صورت میں یہ مشاہدہ کیا گیا کہ "پرانے قوانین کو جاری رکھتے ہوئے، جب تک کہ ان کو منسوخ، تبدیل یا ترمیم نہیں کیا جاتا، نئی ریاست نے عملی طور پر وہ ذمہ داری قبول کی جو پرانے قوانین کے تسلسل کی وجہ سے اس کے خلاف پیدا ہو سکتی ہے۔ اس مشاہدے کے فوراً بعد ایک اور مشاہدہ کیا گیا کہ اگر پرانے قوانین کے تسلسل کے پیش نظر نئی ریاست کی جانب سے پرانی ریاست کی ذمہ داریوں کو نبھانے کے بارے میں کچھ شک ہو تو بھی عدالت ڈالمیا دادری سیمنٹ کمپنی کے کیس ([2]) کے فیصلے کے مطابق اس نتیجے پر پہنچ سکتی ہے کہ پرانے قوانین کو جاری رکھنے کے لئے معاہدے کے آرٹیکل 6 پر نظر ڈالیں۔ جب تک ان میں تبدیلی، منسوخی یا ترمیم نہیں کی جاتی، نئی ریاست کا ارادہ ان رعایا کے حقوق کی توثیق کرنا تھا جو انضمام شدہ ریاست کے خلاف تھے اور اگر انضمام شدہ ریاست کے خلاف کوئی مسئلہ پیدا ہوتا ہے تو اس کی ذمہ داری خود قبول کرنا تھا۔ لہٰذا اس معاملے میں یہ فیصلہ کہ نئی ریاست نے پرانی ریاست کی ذمہ داریوں کو تسلیم کیا تھا، صرف اس حقیقت پر مبنی نہیں تھا کہ پرانے قوانین کو جاری رکھا گیا تھا۔ مزید مشاہدے سے اس بات کو تقویت ملی کہ معاہدے کے آرٹیکل VI کو یہ دیکھنے کے لئے دیکھا جا

سکتا ہے کہ نئی ریاست کا مقصد کیا ہے، اور اس آرٹیکل میں یہ اہتمام کیا گیا ہے کہ پرانی ریاست کی ذمہ داریاں نئی ریاست کے ذریعہ قبول کی جائیں گی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اگر یہ آرٹیکل معاہدے میں نہ ہوتا اور مثال کے طور پر اگر معاہدے میں یہ اہتمام کیا گیا ہوتا کہ نئی ریاست پرانی ریاست کی ذمہ داریوں کو قبول نہیں کرے گی تو عدالت اس نتیجے پر نہیں پہنچتی کہ نئی ریاست کی طرف سے پرانی ریاست کے خلاف ذمہ داریوں کو تسلیم کیا گیا ہے۔ موجودہ صورت حال میں ہمارے پاس معاہدے کی آرٹیکل VI جیسی کوئی چیز نہیں ہے جو ہمیں اس نتیجے پر لے جائے کہ نئی ریاست کی طرف سے پرانی ریاست کی ذمہ داریوں کو تسلیم کیا گیا تھا۔ اس طرح کی شق کی عدم موجودگی میں ہماری رائے میں یہ کہنا درست نہیں ہوگا کہ صرف اس لئے کہ پرانے قوانین کو جاری رکھا گیا تھا نئی ریاست کی طرف سے پرانی ریاست کی ذمہ داریوں کو تسلیم کیا گیا تھا۔

لہٰذا ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ صرف اس لیے کہ پرانے قوانین کو جاری رکھا گیا تھا، ضروری نہیں کہ نئی ریاست نے سابقہ ریاست کی تمام ذمہ داریوں کو تسلیم کیا اور اسے قبول کیا۔ دوسری طرف اگر ہم 30 دسمبر 1961 کے فوجی گورنر کے اعلان کا حوالہ دیں تو ہم فوری طور پر دیکھتے ہیں کہ صرف مخصوص قسم کی درآمدات جن کا ہم پہلے ہی حوالہ دے چکے ہیں، کو نئی ریاست نے تسلیم کیا تھا اور دیگر کو نہیں۔ 30 دسمبر 1961 کے اس اعلان کے پیش نظر ہماری رائے میں محض اس حقیقت سے یہ اندازہ لگانا ناممکن ہوگا کہ پرانے قوانین کو جاری رکھا گیا تھا کہ نئے حاکم کی طرف سے اس سے پیدا ہونے والی ذمہ داریوں کو تسلیم کیا گیا تھا۔ یہ اس معاملے کا ایک پہلو ہے جو ہماری رائے میں حتمی طور پر ظاہر کرتا ہے کہ نئے خود مختار نے اس قسم کے لائسنسوں سے پیدا ہونے والے حقوق کو تسلیم نہیں کیا جس کے ساتھ ہم موجودہ درخواست میں معاملہ کر رہے ہیں، اور لہذا درخواست گزار کو ان لائسنسوں کے تحت کوئی حق نہیں ہوگا کیونکہ انہیں نئے خود مختار نے کبھی تسلیم نہیں کیا تھا۔ معاملے کے اس نقطہ نظر میں، درخواست کو ناکام ہونا چاہئے.

لیکن یہ سب کچھ نہیں ہے. آرڈیننس اور ایکٹ، جس پر درخواست گزار کا انحصار ہے، 5 مارچ 1962 سے نافذ العمل ہوا، یہ درست ہے کہ انہوں نے پرانے قوانین کو جاری رکھنے کا اہتمام کیا تھا، لیکن یہ صرف اس تاریخ سے ہو سکتا ہے جس سے وہ نافذ ہوئے تھے یعنی 5 مارچ 1962 سے۔ 20 دسمبر 1961 اور 5 مارچ 1962 کے دوران یہ نہیں کہا جا سکتا کہ جہاں تک نئی رعایا اور نئے حاکم کے درمیان حقوق اور ذمہ داریوں کا تعلق ہے تو پرانے قوانین لازمی طور پر جاری رہے۔ جہاں تک اس طرح کے حقوق اور ذمہ داریوں کا تعلق ہے، (ہم یہاں پرانے قوانین کے تحت رعایا اور رعایا کے مابین حقوق اور ذمہ داریوں کے بارے میں کچھ نہیں کہتے ہیں) پرانے قوانین بظاہر اس مداخلت کے دوران نافذ نہیں تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمیں آرڈیننس کی دفعہ 7(1) میں یہ شق ملتی ہے کہ گوا، دمن اور دیو کے بارے میں مقررہ دن یا اس کے بعد اور اس آرڈیننس کے نفاذ سے پہلے کی گئی تمام چیزیں اور تمام کارروائی (بشمول ایگزیکٹو اتھارٹی، کارروائی، فرمان اور سزا) کی گئی ہے۔ ایڈمنسٹریٹر یا حکومت کے کسی بھی دوسرے افسر کے ذریعہ، چاہے وہ سول ہو یا فوجی یا ایڈمنسٹریٹر یا ایسے افسر کے احکامات کے تحت کام کرنے والے کسی دوسرے شخص کے ذریعہ، جو نیک نیتی اور معقول یقین کے ساتھ کیا گیا ہے یا لیا گیا ہے کہ وہ گوا، دمن اور دیو کی امن اور اچھی حکومت کے لئے ضروری تھے، وہ اتنا ہی جائز اور فعال ہو گا جیسے وہ قانون کے مطابق کیا گیا ہو یا لیا گیا ہو۔ اسی طرح، ہمارے پاس ایکٹ کے دفعہ 9(1) میں ایک شق ہے، جو بالکل اسی شرائط میں ہے۔ ہماری رائے میں یہ دفعات ظاہر کرتی ہیں کہ رعایا اور نئے حاکم کے درمیان، پرانے قوانین اس مدت کے دوران جاری نہیں رہے اور یہی وجہ ہے کہ اس مدت کے دوران مختلف حکام کی طرف سے کی گئی چیزوں اور کارروائیوں کی توثیق اس طرح کی گئی جیسے وہ قانون کے مطابق کیے گئے ہوں یا لئے گئے ہوں۔ فوجی گورنر کے پاس 30 دسمبر 1961 کی طرح کا اعلامیہ جاری کرنے کا اختیار ہونے کے بارے میں شکوک و شبہات پیدا ہو گئے تھے، جس کا ہم پہلے ہی حوالہ دے چکے ہیں۔ ہماری رائے میں یہ شک ان دفعات سے دور ہوتا ہے جو اس طرح کے تمام احکامات کو اس طرح بناتے ہیں جیسے وہ

قانون کے مطابق بنائے گئے ہوں۔ 30 دسمبر 1961 کا اعلامیہ جس میں واضح طور پر دکھایا گیا تھا کہ کس قسم کے در آمدی لائسنسوں کو تسلیم کیا جائے گا، قانون کے مطابق ہونا چاہئے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ اعلان کے تحت آنے والے لائسنسوں کے علاوہ کسی بھی در آمد کو تسلیم نہیں کیا گیا تھا۔

ہماری توجہ در آمدات کے سلسلے میں 5 مارچ 1962 کے بعد پاس کیے گئے کچھ دیگر احکامات کی طرف بھی مبذول کرائی جاتی ہے۔ ایسا ہی ایک حکم 2 اپریل 1962 کو جاری کیا گیا تھا جس میں کہا گیا تھا کہ بیرون ملک سے گوا، دمن اور دیو میں در آمدات مندرجہ ذیل اصولوں کے تحت کی جائیں گی:

(1) ایسے معاملات میں جہاں 18 دسمبر 1961 کو یا اس سے پہلے بنکو نیشنل الٹرامارینو کے ساتھ لیٹر آف کریڈٹ کھولے گئے تھے، یا سامان 20 دسمبر، 1961 سے پہلے بھیج دیا گیا تھا، در آمدات کی اجازت دی جائے گی اور ضروری زر مبادلہ فراہم کیا جائے گا۔

(2)..

(3)..

(4)..

تاہم درخواست گزار کی جانب سے یہ تسلیم کیا جاتا ہے کہ ان کا معاملہ 2 اپریل 1962 کے اس حکم نامے میں بھی شامل نہیں ہے اور اس لیے وہ اسے ان لائسنسوں کے تحت در آمد کے اپنے حق کے اعتراف کے طور پر استعمال نہیں کر سکتے۔

پھر 11 اپریل 1962 کو درج ذیل شرائط میں ایک اور حکم جاری کیا گیا:

کسی بھی حکم نامے، نوٹیفکیشن، قاعدے وغیرہ میں کچھ بھی شامل ہونے کے باوجود، یہ ہدایت دی جاتی ہے کہ بیرون ملک سے مال بردار یا ڈاک کے ذریعہ گوا، دمن اور دیو میں در آمد کیے جانے والے تمام سامان کو درست در آمدی لائسنس کی ضرورت ہو گی۔

لٰہذا 5 مارچ 1962 کے بعد کے ان احکامات سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ درخواست گزار کے پاس پرتگالی حکومت کی جانب سے جس قسم کے لائسنس تھے، اس کو کسی بھی

مرحلے پر تسلیم نہیں کیا گیا تھا۔ لہذا درخواست گزار ان تمام حقائق اور حالات کے پیش نظر اس حقیقت پر بھروسہ نہیں کر سکتا کہ پرانے قوانین 5 مارچ 1962 سے جاری ہیں۔ اور نہ ہی وہ 2 اور 11 اپریل 1962 کے احکامات پر بھروسہ کر سکتے ہیں، کیونکہ ان کا معاملہ ان کے دائرے میں نہیں آتا ہے، حالانکہ ان احکامات میں 30 دسمبر، 1961 کے اعلان کے مقابلے میں شرائط میں کچھ نرمی دکھائی گئی ہے۔

لہذا نئے حاکم کی جانب سے لائسنس کے تحت درخواست گزار کے حق کو کبھی تسلیم نہیں کیا گیا۔ لہذا وہ اس عدالت سے یہ کہنے کا حق نہیں رکھتے کہ وہ حکومت ہند کو موجودہ عرضی میں متنازعہ لائسنسوں کا احترام کرنے پر مجبور کرے۔

جہاں تک ریگولیشن نمبر 12، سال 1962 کا تعلق ہے، اس سے بھی درخواست گزار کو کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ اس طرح منسوخ کیے گئے قوانین (خود مختار اور رعایا کے درمیان) صرف 5 مارچ، 1962 سے نافذ العمل تھے۔ دفعہ 4(2) جس پر انحصار کیا گیا ہے، اگر درخواست گزار کو 5 مارچ 1962 یا اس کے بعد لائسنس جاری کیا گیا ہوتا تو اس کی مدد ہوتی۔ لیکن چونکہ ان کے لائسنس پرتگالی علاقوں کے حصول سے بھی پہلے کے ہیں، اس لیے ریگولیشن کی دفعہ 4(2) ان کی مدد نہیں کر سکتی۔ اس عنوان کے تحت استدلال کو بھی مسترد کیا جانا چاہئے۔

جہاں تک آرٹیکل 14 کا تعلق ہے، یہ کہنا کافی ہے کہ درخواست گزار کو یہ ثابت کرنا تھا کہ اس کے معاملے میں امتیازی سلوک کیا گیا تھا۔ وہ ایسا کرنے میں مکمل طور پر ناکام رہے ہیں، کیونکہ عرضی میں کچھ مبہم دعوؤں کے علاوہ، یہ ثابت کرنے کے لئے کچھ بھی نہیں ہے کہ اسی طرح کے حالات میں دیگر لائسنسوں کو تسلیم کیا گیا تھا۔ آرٹیکل 14 کے تحت بحث ناکام ہونی چاہیے۔

لہذا درخواست ناکام ہو جاتی ہے اور اس کے ذریعہ قیمت کے ساتھ خارج کر دی جاتی ہے۔

درخواست مسترد کر دی گئی۔

Ilyas Ahmed Pandit
2024.03.30 16.52
I attest to the accuracy and integrity of this document